نمبر ۱۳۵
رجسٹرڈ ایل

ان الفضل بید الله یؤتیه من یشاء — عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا
غلام قادیانی

تار کا پتہ
الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

ایڈیٹر
غلام نبی

اخبار ہفتہ میں تین بار
فی پرچہ تین پیسے

الفضل
قادیان

قیمت سالانہ پیشگی ۔۔۔
ششماہی ۔۔۔
سہ ماہی ۔۔۔

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۱۳	مورخہ یکم اگست ۱۹۲۵ء	یوم شنبہ	مطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ	جلد ۱۳

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے پاؤں میں چلنے پھرنے کی وجہ سے ورم ہوگیا ہے۔ جس سے ۲۹ جولائی کو کسی قدر حرارت بھی ہوگئی۔ احباب حضور کی صحت کیلئے دعا فرمادیں۔

ہفتہ رواں میں حسب ذیل مہمان تشریف لائے۔ شیخ سلطان محمود صاحب لودھراں ضلع ملتان سے۔ جناب محمد خان صاحب جمعدار کیمبل پوری فیروزپور سے۔ جناب محمد اسمٰعیل صاحب سٹیشن ماسٹر جھنگ سے۔ منشی حسین بخش صاحب صدر قانونگو منٹگمری سے۔ میاں کرم دین صاحب معہ اپنی یورپین بیوی اور بچے کے ولایت سے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی اہلیہ صاحبہ سخت بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

جماعت احمدیہ پر امام جماعت کے بے نظیر اثر کا تازہ ثبوت

جماعت احمدیہ کی بے نظیر قربانی اور ایثار

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک ایک لاکھ کے متعلق جماعت احمدیہ نے جس قربانی اور ایثار کا ثبوت دیا ہے۔ وہ ایسا بے نظیر اور بے مثال ہے کہ جسے دیکھ کر مخالفین بھی حیران اور ششدر رہ گئے ہیں۔ اس تحریک کی میعاد کے اندر دیگر مخالفین نے عموماً اور لاہور کے اخبار "سیاست" نے خصوصاً ایسے ایسے ناشائستہ اور بیہودہ الفاظ امام جماعت احمدیہ اور جماعت احمدیہ کے متعلق استعمال کئے۔ جن کی کسی شریف انسان سے توقع نہیں ہوسکتی تھی۔ حالانکہ نہ تو اس تحریک کا اثر ان لوگوں تک پہنچتا تھا۔ جن کی جیبیں سیاست اور اسی قماش کے لوگ صرف اپنے لئے ہی زرد سمجھتے ہیں۔ اور نہ عام مسلمانوں کو اس میں مخاطب کیا گیا تھا۔

"سیارت" نے متعدد بار جہاں امام جماعت احمدیہ کی شان کے خلاف بیہودہ سرائی کی۔ وہاں یہ بھی لکھا کہ احمدی ۔۔۔ چونکہ آئے دن چندے دیتے دیتے تھک گئے ہیں۔ اس لئے امام جماعت احمدیہ کو اس تحریک کا قابل اطمینان جواب نہیں مل رہا۔ اور ادھر مرکز کی یہ حالت ہے۔ کہ کارکنوں کو کئی کئی ماہ کی تنخواہیں نہیں ملیں قرض خواہ الگ تنگ کر رہے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کے خزانہ میں ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔

اس سے "سیارت" کی تو غالباً یہ غرض ہوگی۔ کہ احمدیوں کو بد دل کر کے ایک لاکھ چندہ خاص کی تحریک کو

کامیاب ہونے دے۔ اور اس طرح دیوبندی وغیرہ مولویوں کے لئے جنہیں اس نے ارباباً من دون اللہ بنا رکھا ہے۔ خوشی اور مسرت کا موقعہ بہم پہنچائے۔ لیکن اسے کیا معلوم تھا۔ کہ اس کی یہ شر انگیزی۔ عدو شرے برانگیزد کہ خیرے ما دراں باشد۔ کی مصداق ہوگی۔ اور جماعت احمدیہ اس کے سے کمینہ دشمنوں کے منہ سے یہ سننا کبھی گوارا نہ کرے گی۔ کہ وہ اپنے امام کے ارشاد پر تین ماہ کے عرصہ میں ایک لاکھ روپیہ جمع نہ کر سکی۔ چنانچہ اس نے میعاد مقررہ کے اندر نہ صرف ایک لاکھ بلکہ ایک لاکھ دس ہزار روپیہ تو نقد اپنے امام کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور پانچ ہزار کے قریب قیمت کی زمینیں پیش کیں۔ اور چنتالیس ہزار کے قریب ابھی وعدے باقی ہیں۔ جو وصول ہونے والے ہیں اور انشاء اللہ یقیناً وصول ہو جائیں گے۔

یہ ایسی رقم ہے۔ جو جماعت احمدیہ نے ایک قلیل عرصہ میں اپنے مقررہ ماہواری چندے سے جو ماہوار آمدنی کا کم از کم ۱/۱۶ حصہ ہوتا ہے۔ ادا کرتے ہوئے مہیا کی ہے اور جو جماعت احمدیہ کی تعداد۔ اس کی مالی حالت اور آئے دن چندہ دینے کے عمل کو دیکھتے ہوئے مخالفین کے نزدیک بھی اتنی بڑی رقم تھی۔ جس کا تین ماہ کے عرصہ میں پورا ہو جانا انہیں قطعاً محال نظر آ رہا تھا۔ اسی لئے وہ یہ کہہ رہے تھے۔ کہ پوری نہیں ہوسکیگی اور ہم سے ان الفاظ میں مطالبہ کرتے تھے۔ کہ "کتنا روپیہ اب تک وصول ہوا ہے۔ کتنے وعدے ہیں۔ اور کتنا باقی ہے" گویا ان کے نزدیک ایک لاکھ نقد روپیہ جمع ہونا تو الگ رہا۔ یہ بھی ممکن نہیں۔ کہ وعدے ملاکر بھی اتنی رقم ہوسکے۔ اسی لئے وہ نقد اور وعدے کے بعد یہ بھی دریافت کرتے تھے۔ کہ "کتنی باقی ہے" لیکن خدا تعالےٰ کا کس قدر شکر ہے۔ کہ اس نے ہماری چھوٹی سی اور غریب جماعت کو تھوڑے سے عرصہ میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ نقد اور وعدے وغیرہ ملاکر ڈیڑھ لاکھ کے قریب رقم جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

یہ اس جماعت کی جو ہر سال اپنے اموال کا ایک خاص حصہ خدا کی راہ میں دیتی ہے۔ اور اس انتظام اور اس احتیاط کے ساتھ دیتی ہے۔ کہ جس میں کوتاہی اسکے نزدیک سخت گناہ ہے۔ کوئی معمولی قربانی نہیں۔ اور اسکی قدر و وقعت اسوقت بہت بڑھ جاتی ہے۔ جب یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ ہماری جماعت امراء کی جماعت نہیں۔ بلکہ غرباء کی اور ایسے غرباء کی جماعت ہے۔ جن کا بہت بڑا حصہ اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے بمشکل قوت لایموت مہیا کر سکتا ہے۔

اسے دیکھ کر اگر مخالفین جو احمدیوں سے بیسیوں گنے زیادہ اور ان کے مقابلہ میں بہت بڑے امیر ہیں۔ حیران ہوں۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ انہیں اپنے اندر اس قسم کی قربانی اور ایثار کا مادہ نظر نہیں آتا۔

اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے جماعت احمدیہ کے غریب مگر مخلص اصحاب نے ایثار کی جو مثالیں پیش کی ہیں وہ نہایت ہی خوش کن اور مسرت انگیز ہیں۔ بہت سے اصحاب نے صحیح معنوں میں اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر اسمیں شمولیت اختیار کی۔ بعض نے جو پہلے ہی مقروض تھے۔ قرض لیکر روپیہ دیا۔ بعض نے اپنا اثاث البیت تک بیچ کر رقم ادا کی۔ اور اسپر اپنے آپ کو نہایت ہی خوش قسمت سمجھا۔ کیا خدا تعالےٰ کی راہ میں اس طرح اپنے مال دینے کی مثال کسی اور فرقہ میں پائی جاتی ہے۔ کیا وہ لوگ جو ہمیں دشمن اسلام قرار دیتے۔ اور ہمیں آریوں اور عیسائیوں سے بھی بدتر ٹھہراتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ساری عمر میں بھی اس قدر رقم اشاعت اسلام کے لئے جمع کی ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ ہم ہی نہیں کہہ رہے۔ بلکہ حقیقت بین اور انصاف پسند مسلمان خود بھی کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ گورکھپور کا معزز ہمعصر "مشرق" اسی ایک لاکھ چندہ خاص کی تحریک کا ذکر کرتا ہوا اپنے ۲۳ جولائی ۱۹۲۵ء کے پرچہ میں رقمطراز ہے۔

"ایک لاکھ کی تحریک جماعت احمدیہ سے حضرت امام صاحب جماعت احمدیہ نے کی تھی۔ جو میعاد کے اندر ایک لاکھ دس ہزار چندوں سے پوری ہوگئی اور چندے صرف جماعت احمدیہ نے دیئے ہیں۔ دیوبند اور رضاخانی اپنے اپنے کفر و اسلام کے جھگڑوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیا ان دونوں گروہوں کے مقلدوں نے آج تک کوئی مثال ایسے ایثار کی دکھلائی ہے۔ دیوبند نے جو کام ہندوستان میں کر رکھا ہے اسکو سالہا سال سے ہم دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جس کس مپرسی میں پڑا ہوا ہے۔ ظاہر ہے۔ لڑائی کے سوا ان لوگوں کے پاس ایثار کا نام نہیں"

معزز معاصر "مشرق" کے یہ الفاظ بریلویوں اور خاصکر دیوبندیوں کی آنکھیں کھولنے اور ان کی حقیقت ان پر واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اگر وہ عقل و فکر سے کام لیکر ان پر غور کریں۔ تو انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کے "بلند بانگ" دعاوی "در باطن ہیچ" کے کس طرح مصداق ثابت ہو رہے ہیں۔ اور ان کی مفسدانہ سرگرمیاں اور جنگ جویانہ مساعی جماعت احمدیہ کو نقصان پہنچانے کی بجائے ان کی اپنی ذلت اور رسوائی کا باعث بن رہی ہیں۔ کاش یہ لوگ جماعت احمدیہ کی مخالفت میں دیوانہ وار ہندوستان کے طول و عرض میں گھومنے کی بجائے خدمت اسلام کے لئے ایثار اور قربانی میں اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے۔ اب بھی انہیں چاہیئے۔ کہ اس طرف توجہ فرمائیں۔ ورنہ یاد رکھیں۔ جماعت احمدیہ کے ساتھ ٹکرانے سے سوائے ناکامی اور نامرادی کے انہیں کچھ حاصل نہ ہوگا ؏

معزز معاصر "مشرق" کے الفاظ کی تشریح اور توضیح میں روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہو گیا۔ جو جماعت احمدیہ سے بغض اور عداوت تو اس درجہ رکھتے ہیں۔ کہ اس کے افراد کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ لیکن عملی حالت یہ ہے۔ کہ اسلام کی کوئی خدمت کرنا تو الگ رہا۔ اپنی بداعمالیوں اور بدکرداریوں سے اسے غیر مذاہب کے سامنے بدنام اور رسوا کر رہے ہیں۔ اب ہم پھر اصل امر کی طرف آتے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کو اس بے نظیر قربانی و ایثار پر بصد فخر مبارکباد کہتے ہیں۔ جماعت احمدیہ نے اس تحریک کو نہایت عمدگی اور خوبی کے ساتھ کامیاب بناکر ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق سب سے چھین کر صرف اسی کو عطا کی گئی ہے۔ اور اپنے امام کی اطاعت کرنے اور اس کی آواز پر لبیک کہنے والی یہ ایسی جماعت ہے۔ جس کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ہے۔

بالآخر دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو بیش از بیش خدمات دین کے لئے نہ صرف اپنے اموال بلکہ جانیں دینے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیشہ اپنے امام کے احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری کی سعادت بخشے کہ دینی و دنیوی کامیابی اور فلاح کی صرف یہی راہ ہے۔

درخواست ہائے دُعا

(۱) حضرت نواب محمد علیخان صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔ میری ہمشیرہ صاحبہ کی طبیعت پہلے کی نسبت زیادہ علیل ہے۔ احباب دعا فرماویں۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں صحت بخشے۔ نیز حضرت نواب صاحب اپنے دینی و دنیوی مقاصد میں کامیابی کے لئے بھی درخواست دعا کرتے ہیں (۲) میری ایک ہی نورِ نظر دختر بعمر ۲ سال ہے جو ایک ماہ سے مسلسل بیمار چلی آتی ہے۔ اب وہ سخت بیمار ہے۔ ملتجی ہوں۔ کہ جمیع حضرات خاص طور پر اس بچی کیواسطے دعا فرمائیں کہ مولا پاک اسے جلد تر صحت کاملہ عطا فرماوے۔ عاجز عبد الغفور سکرٹری تبلیغ جماعت اوکاڑہ (۳) عاجز کی ہمشیرہ صغیرہ بھی ماہ سے ... سخت علیل ہیں۔ بزرگان جماعت اور احباب کرام مریضہ کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار احمد احمدی بھاگلپوری +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
یوم شنبہ قادیان دارالامان - یکم اگست ۱۹۲۵ء

کیا اسلام میں مُرتد کی سزا قتل ہے؟

قرآن شریف اور قتل مُرتد

مُرتدین کے سوال کا فیصلہ منافقین کی مثال سے

(نمبر ۱۷)

(حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب بی اے کے قلم سے)

منافقین کی مثال قتل مرتد کے سوال کو ایک اور پہلو سے بھی حل کر دیتی ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ منافقین کو بھی مُرتد ہی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔ یحلفون باللہ ما قالوا ط ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامہم (سورہ توبہ ع ۱۰) یہ (منافق) اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ کہ ہم نے تو یہ (بے جا) بات نہیں کہی حالانکہ ضرور انہوں نے کفر کا کلمہ کہا۔ اور اسلام لانے پیچھے کافر ہوئے۔"

پھر منافقین کی نسبت فرماتا ہے:۔ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (سورہ توبہ ع ۸) "باتیں بناؤ حق تو یہ ہے۔ کہ تم ایمان لائے پیچھے کافر ہو گئے۔"

پھر سورہ منافقون میں اللہ تعالےٰ منافقوں کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتا ہے:۔

اتخذوا ایمانہم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ انہم ساء ما کانوا یعملون۔ ذلک بانہم اٰمنوا ثم کفروا فطبع علےٰ قلوبہم فہم لا یفقہون (منافقون ع ۱) "ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ لوگوں کو راہ خدا سے روکتے ہیں۔ نہایت ہی بُرے کام ہیں۔ جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ کس لیے کہ یہ لوگ پہلے ایمان لائے۔ پھر اسلام سے پھر گئے۔ یہاں تک کہ ان کے دلوں پر مُہر کر دی گئی۔ تو اب یہ حق بات کو سمجھتے ہی نہیں۔"

پھر منافقین کی نسبت اللہ تعالیٰ یہی نہیں فرماتا۔ کہ یہ لوگ ایمان اور اسلام لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے۔ بلکہ ان کی نسبت خود ارتداد کا لفظ بھی استعمال فرماتا ہے

چنانچہ آتا ہے:۔ ان الذین ارتدوا علیٰ ادبارہم من بعد ما تبین لہم الہدیٰ الشیطان سوّل لہم واملیٰ لہم ٥ ذلک بانہم قالوا للذین کرہوا ما نزل اللہ سنطیعکم فی بعض الامر ج واللہ یعلم اسرارہم ٥ "بے شک جن لوگوں کو دین کا سیدھا رستہ صاف طور پر معلوم ہو گیا۔ اور پھر بھی وہ اپنے اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ شیطان نے ان کو بُتے دیئے۔ اور ان کی آرزوؤں کی رسیاں دراز کر دی ہیں۔ اور یہ ان لوگوں کا ارتداد اس سبب سے ہے۔ کہ جو لوگ (قرآن کو) جو خدا نے اُتارا ناپسند کرتے ہیں (مثلاً یہود) یہ منافق ان سے کہا کرتے ہیں۔ کہ بعض باتوں میں ہم تمہاری صلاح پر چلیں گے۔ اور اللہ ان کی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے۔"

غرض منافقین کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرتے ہیں۔ اور ارتداد کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ مُرتد قرار دے۔ ان کے ارتداد میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ اب اگر یہ بات درست ہے کہ اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرنے والوں اور ارتداد کرنیوالوں کی سزا اسلام میں قتل مقرر کی گئی ہے تو ضروری ہے۔ کہ منافقین کی سزا بھی قتل ہی ہو۔ پس اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ منافقین کی سزا اسلام میں قتل مقرر کی گئی ہے۔ تو ہم اس بات کو بڑی خوشی سے قبول کر لینگے کہ واقعی مرتد کی سزا قتل ہے۔ لیکن اگر برعکس اسکے یہ بات ثابت ہو کہ منافقین کی نسبت قرآن شریف قتل کا حکم نہیں دیتا۔ اور جن لوگوں کا نفاق سب پر واضح ہو چکا تھا اور جن کے نفاق کے متعلق خدا نے گواہی دے دی تھی۔ ان کو قتل کی سزا نہیں دی گئی۔ تو ہمیں ماننا پڑے گا۔ کہ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل نہیں ہے۔

اس امر کے فیصلہ کے لیے جب ہم قرآن شریف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کہیں بھی یہ حکم نہیں دیا۔ کہ منافقین کو قتل کی سزا دی جائے برخلاف اسکے قرآن شریف کی آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی کو اجازت نہ تھی۔ کہ ان پر قتل کے لیے ہاتھ اُٹھائے بلکہ وہ اپنی طبعی موت تک زندہ رہنے دیئے جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ولا تصل علےٰ احد منہم مات ابداً ولا تقم علےٰ قبرہٖ انہم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وہم فٰسقون ٥ ولا تعجبک اموالہم واولادہم انما یرید اللہ ان یعذبہم بہا فی الدنیا وتزہق انفسہم وہم کٰفرون (سورہ توبہ رکوع ۱۱)

"اے پیغمبر۔ اگر ان میں سے کوئی مر جائے۔ تو تم ہرگز ان کے جنازہ پر نماز نہ پڑھنا۔ اور نہ اسکی قبر پر جا کر کھڑے ہونا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔ اور یہ سرکشی ہی کی حالت میں مر گئے۔ اور ان کے مال اور ان کی اولاد تمہارے لئے موجب تعجب نہوں۔ بس خدا چاہتا ہے۔ کہ مال اور اولاد کی وجہ سے ان کو دُنیا میں دُکھ دے۔ اور ان کی جان نکلے۔ اور یہ اسوقت بھی کافر ہی ہوں۔"

ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ منافقین کے لئے جن کو اللہ تعالےٰ مُرتد قرار دیتا ہے۔ قتل کی سزا نہ تھی۔ کیونکہ اگر انکی نسبت یہ حکم ہوتا کہ چونکہ انہوں نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا ہے۔ اس لئے ان کو قتل کر دو۔ تو پھر یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ کہ اگر ان میں سے کوئی مر جائے۔ تو اس کا جنازہ نہ پڑھنا۔ نیز اِن آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ارتداد کے بعد بظاہر لوگوں کی نظر میں وہ خوشحالی کی زندگی بسر کرتے۔ اور ان کے پاس بہت سا مال و دولت اور بہت سی اولاد ہوتی تھی۔

اِس سے ظاہر ہے۔ کہ باوجود ارتداد کے وہ اپنے حال پر چھوڑ دیئے جاتے۔ اور لوگوں کی نظر میں مزے کی زندگی بسر کرتے۔ یہاں تک کہ مسلمان بھی تعجب کرتے کہ یہ دُنیاوی برکت ان کے پاس کیوں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ فقل لن تخرجوا معی ابداً ولن تقاتلوا معی عدوا (سورہ توبہ ع ۱۱) "تو تم ان سے کہہ دینا۔ کہ تم نہ تو کبھی میرے ساتھ جہاد کے لئے نکلو گے۔ اور نہ میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے لڑو گے۔"

ظاہر کرتا ہے۔ کہ ان مرتدین کیلئے قتل کا حکم نہیں تھا۔ کیونکہ اگر ان کے لئے قتل کی سزا مقرر ہوتی۔ تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ آئندہ نہ تو تم کبھی میرے ساتھ جہاد کے لئے نکلو گے۔ اور نہ میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے لڑو گے۔ اسی طرح اگر ان مرتدین کے لئے قتل کی سزا مقرر تھی۔ تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ قل انفقوا طوعاً او کرھاً لن یتقبل منکم۔ انکم کنتم قوماً فٰسقین ٥ (توبہ۔ رکوع ۷) "تم خوش دلی سے خرچ کرو یا بے دلی سے۔ تمہاری خیرات کسی طرح قبول ہونی نہیں"۔

اسی طرح تاریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ منافقین کے لئے قتل کی سزا مقرر نہیں تھی۔ اگر منافقین کی نسبت قتل کی سزا مقرر ہوتی۔ تو اس سزا کا سب سے زیادہ مستحق عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ جو مدینہ کی منافق پارٹی کا سرغنہ تھا۔ اور جس کا نفاق کسی پر مخفی نہیں تھا۔ لیکن باوجود اس کے کہ آپ کی خدمت مبارک میں اس کے قتل کے متعلق کئی مرتبہ تحریک بھی کی گئی۔ پھر بھی آپ نے اس کے قتل کا حکم نہ دیا۔

غزوہ بنی مصطلق کے موقعہ پر مقام مریسیع میں جب ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان کچھ تکرار ہوئی۔ تو اس موقعہ پر عبداللہ بن ابی بول اٹھا۔ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل۔ اگر ہم مدینے لوٹ کر گئے۔ تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے باہر نکال دیگا۔ "عزت والا" سے مراد اسکا اپنا نفس تھا۔ اور "ذلیل" کا لفظ اس مردود نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی۔ کہ اس منافق کو قتل کر دیں۔ مگر آپ نے حضرت عمرؓ کو روک دیا۔ عبداللہ بن ابی کی اسی کمینگی کی وجہ سے اسکا بیٹا عبداللہ جو ایک مخلص مسلمان تھا۔ اپنے باپ سے سخت تکرار کر رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اس طرف سے ہوا۔ آپ نے عبداللہ سے فرمایا۔ "اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ میری جان کی قسم جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے ہماری رفاقت اس کے لئے ہر طرح خوشی کا موجب ہونی چاہیئے"۔

خود عبداللہ بن ابی کا بیٹا بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کہا۔ ان والدی یؤذی اللّٰہ ورسولہ فذرنی حتی اقتلہ۔ میرا باپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ایذا دیتا ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں۔ کہ میں اسے قتل کر دوں۔ مگر آپ نے ہر دفعہ اسے روک دیا۔ پھر اس سے بڑھکر آپ نے اس رئیس المنافقین کے ساتھ اس کے مرنے پر یہ سلوک کیا۔ کہ آپ نے اس کے بیٹے کو اپنی قمیص عطا فرمائی۔ تاکہ وہ اسے یہ قمیص بطور کفن پہنا دے۔ اور پھر خود جا کر معہ دیگر صحابہؓ کے اسکا جنازہ پڑھا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اشد ترین منافق کے ساتھ جو برتاؤ کیا۔ وہ اس بات کا کافی ثبوت ہے۔ کہ اسلام میں منافقین کے لئے قتل کی سزا مقرر نہیں ہے۔

اسی طرح ایک اور منافق کے متعلق صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں لکھا ہے۔ کہ ایک موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچھ مال تقسیم کر رہے تھے۔ آپ کے پاس ذوالخویصرہ تمیمی آیا۔ اور کہا آپ عدل سے کام لیں یعنی انصاف کے ساتھ مال تقسیم کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں انصاف نہیں کرتا۔ تو اور کون کریگا۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ نے اجازت چاہی۔ کہ اس شخص کا سر اڑا دیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو چھوڑ دو۔ اس کے ساتھ کے اور لوگ ہیں۔ جو ایسی نمازیں پڑھیں گے۔ کہ تمہیں اپنی نمازیں ان کے مقابلہ میں حقیر معلوم ہوں گی۔ اور ایسے روزے رکھیں گے۔ کہ تمہیں اپنے روزے ان کے مقابلہ میں ہیچ معلوم ہوں گے۔ مگر وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار میں سے پار نکل جاتا ہے۔

غرض جیساکہ قرآن شریف سے ظاہر ہوتا ہے۔ منافقین کے لئے اسلام قتل کی سزا مقرر نہیں کرتا۔ اور تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ منافقین کو قتل کی سزا نہیں دیجاتی تھی حالانکہ قرآن شریف منافقین کو بھی مرتد قرار دیتا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا۔ کہ مرتدین کیلئے اسلام میں قتل کی سزا نہیں ہے۔

ممکن ہے۔ کہ کوئی صاحب یہ سوال کریں۔ کہ اگر منافقین کے لئے قتل کا حکم نہیں۔ تو اس آیہ شریفہ کے کیا معنی ہیں۔ یٰایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم وماوٰھم جھنم وبئس المصیر (توبہ ع ۱۰) اس آیہ کریمہ کی تفسیر کے لئے میرے خیال میں فتح البیان کی مندرجہ ذیل عبارت کافی ہے۔

"وقال الطبری اولی الاقوال الی قول ابن مسعود لان الجہاد عبارۃ عن بذل الجھد وقد دلت الآیۃ علی وجوب جہاد المنافقین ولیس فی الآیۃ ذکر کیفیۃ ذالک الجہاد فلابد من دلیل آخر وقد دلت الادلۃ المنفصلۃ ان الجہاد مع الکفار انما یکون بالسیف ومع المنافقین باقامۃ الحجۃ علیھم تارۃ وبترک الرفق بھم تارۃ وبالانتھار تارۃ وھذا ھو قول ابن مسعود (فتح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۳۴) طبری نے کہا ہے کہ سب اقوال سے میرے نزدیک بہترین قول ابن مسعود کا ہے کیونکہ جہاد کے معنی ہیں۔ کوشش کرنا۔ اس آیہ کریمہ سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے۔ کہ منافقین کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے۔ لیکن اس آیت میں اس جہاد کی کیفیت بیان نہیں کی گئی۔ پس ضروری ہے۔ کہ اس کے لئے کوئی اور دلیل ہو۔ اور علیحدہ علیحدہ دلائل سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کفار کے ساتھ جہاد تو تلوار کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور منافقین کے ساتھ یہ ہے۔ کہ کبھی تو ان پر اتمام حجت کی جائے۔ اور کبھی نرمی کا سلوک ان کے ساتھ ترک کیا جائے۔ اور کبھی ان کو زجر کی جائے۔ اور یہی ابن مسعود کا قول ہے۔

یہاں مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کا ترجمہ اور نوٹ نقل کرنا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

مولوی نذیر احمد صاحب اس آیہ کریمہ کا ترجمہ حسب ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔

"اے پیغمبرؐ کافروں کے ساتھ (ہتھیار سے) اور منافقوں کے ساتھ (زبان سے) جہاد کرو۔ اور ان پر سختی کرو۔ (کہ یہ اسی سختی کے مستحق ہیں)۔ اور (آخر کار) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے"۔

اس ترجمہ پر حسب ذیل نوٹ لکھتے ہیں۔ "ہتھیار اور زبان کی قید ہم نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے برتاؤ سے لی ہے۔ کہ منافقوں پر کبھی کافروں کا سا جہاد نہیں ہوا"۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا بت

اخبارات میں یہ خبر شائع ہو چکی ہے۔ کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا ایک کانسہ کا بت قسطنطنیہ کے سابق شاہی محل کے سامنے نصب کیا جائیگا۔ جس کے بنانے کے لئے وائنا سے ایک مشہور بت ساز کو بلایا گیا ہے۔ یہ پہلا بت ہوگا جو ترکی میں نصب کیا جائیگا۔

ان شاہی محلات کے سامنے جہاں مسلمانوں کے خلفاء رہا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے بت کا نصب ہونا نہایت موزون ہے۔ کہ انہوں نے ان نام کے خلیفوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ لیکن اس بت گری کی اجازت ترکی کے علماء نے کیونکر دیدی۔ اور ہندوستان کے مولویوں نے تا حال اس کے خلاف کیوں آواز نہیں اٹھائی۔ بات یہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے اپنی بیہودگیوں کی وجہ سے اپنی عزت و توقیر بالکل کھو دی ہے۔ اور دن بدن قعر ذلت میں گر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

کیا لڑکی اپنا مہر والدین کو دے سکتی ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہٖ

فرمودہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۵ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ابھی مجھے ایک دوست نے ایک رقعہ دیا ہے۔ جس میں یہ سوال کیا گیا ہے۔ کہ ایک عورت جو عاقل اور بالغ ہے۔ وہ اگر یہ چاہتی ہو۔ کہ اس کے نکاح کے وقت اس کا مہر دیدیا جائے تاکہ وہ اسے اپنے والدین کو دیدے۔ جو قابل امداد ہیں۔ تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں۔ چونکہ ہمارے ملک میں لڑکیوں کے متعلق والدین کا فائدہ اٹھانا ایسا عام ہو رہا ہے۔ کہ پنجاب میں پچاس فیصدی کے قریب لوگ یہ کام کرتے ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میں اس مسئلہ کے متعلق جو میری رائے ہے۔ اور قرآن اور حدیث سے جو کچھ پتہ چلتا ہے۔ وہ اس خطبہ میں بیان کروں:۔

والدین کی امداد لڑکی کی طرف سے

یہ ایک موٹی بات ہے۔ اور اسے ہر شخص آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے جس میں نہ کسی کو انکار ہے۔ اور نہ اختلاف کہ اگر صدقہ اور خیرات ایک اشد ترین مخالف کو جس کے ساتھ کوئی رشتہ نہ ہو۔ کوئی خونی تعلق نہ ہو۔ کوئی رحمی تعلق نہ ہو۔ دیا جا سکتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کہ عورت والدین کے ساتھ حسن سلوک نہ کرے۔ اور اس روپیہ کو ان کی اشد ترین ضرورتوں کے وقت ان کو نہ دے۔ اس لئے یہاں یہ سوال نہیں پیدا ہوتا۔ کہ کوئی عورت اپنے ماں باپ کی مدد کر سکتی ہے۔ یا نہیں۔ کیونکہ اس بات میں کسی مذہب والا بھی اختلاف نہیں رکھیگا کہ جس طرح ایک مرد پر ماں باپ کی خدمت فرض ہے۔ اسی طرح ایک عورت پر بھی ماں باپ کی خدمت فرض ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ جہاں تک اس سے ہو سکے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ یہ بات نہیں۔ کہ ماں باپ لڑکوں کو تو پالتے ہیں۔ مگر لڑکیوں کو نہیں پالتے۔ اور نہ یہ ہے۔ کہ لڑکے تو پیدا ہوتے ہیں۔ اور لڑکیاں آسمان سے گرتی ہیں۔ بلکہ دونوں کو ایک ہی طرح پالتے ہیں۔ اور دونوں پیدا ہی ہوتے ہیں۔ اور دونوں کے لئے انہیں ایک ہی طرح کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے جس طرح لڑکوں کے لئے فرض ہے۔ کہ ماں باپ سے حسنِ سلوک کریں۔ اسی طرح لڑکیوں پر بھی فرض ہے۔ کہ وہ ان کی مدد کریں۔ پس یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ کہ آیا لڑکیوں کے لئے ماں باپ کی امداد کرنا جائز ہے یا نہیں:۔

سوال کے مختلف پہلو

کسی سوال کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ اور جب تک ان سب پہلوؤں پر غور نہ کیا جائے۔ تب تک سوال اچھی طرح حل نہیں ہو سکتا۔ ہم نماز کے متعلق۔ روزہ کے متعلق۔ حج کے متعلق۔ زکوٰۃ کے متعلق بلا استثناء کوئی حکم نہیں دے سکتے۔ شریعت میں استثناء رکھے گئے ہیں۔ اور ہمیں ان کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔ پس اگر اس جگہ یہ سوال ہوتا۔ کہ لڑکی اپنے ماں باپ کی مدد کر سکتی ہے یا نہیں۔ تو جواب یہ ہوتا ہے۔ کہ ضروری ہے۔ کہ وہ کرے اور جہاں تک اس سے ہو سکتا ہے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک اور مروت کرنے سے دریغ نہ کرے۔ لیکن اس سوال کے بعض اور پہلو بھی ہیں۔ اور ان کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً پہلی بات جس کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ یہ ہے۔ کہ انسان مال کو وقتی طور پر قربان کر سکتا ہے۔ جان کو وقتی طور پر قربان کر سکتا ہے۔ وقت کو وقتی طور پر قربان کر سکتا ہے۔ آرام کو وقتی طور پر قربان کر سکتا ہے۔ مگر ان میں سے کسی قربانی کو مسلسل جاری نہیں رکھ سکتا۔ ایک انسان یہ تو کر سکتا ہے۔ کہ ایک وقت کے لئے کسی تکلیف کو برداشت کرے۔ لیکن یہ نہیں کر سکتا۔ کہ کسی ایک چیز کو بھی ان میں سے ہمیشہ ہمیش کے لئے برداشت کرتا رہے:۔

حضرت ابوبکرؓ کا اخلاص

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اخلاص اور ایثار کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک دفعہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چندہ کی تحریک فرمائی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دل میں کہا۔ آج ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بڑھنے کا میرے لئے موقعہ ہے۔ یہ خیال کرکے آپ نے اپنا نصف مال لاکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے رکھدیا۔ جب رسول کریمؐ نے پوچھا۔ کہ کتنا مال لائے ہو۔ تو انہوں نے کہا۔ حضور نصف لے آیا ہوں۔ اور نصف گھر والوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ میں سب کچھ لے آیا ہوں۔ اور گھر میں خدا اور رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے سمجھا۔ آج بھی میں حضرت ابوبکرؓ کا مقابلہ نہیں کرسکا۔ میرے دل میں شرمندگی پیدا ہوئی۔ کہ میں نیت کرکے بھی نہ بڑھ سکا۔ اور یہ بے نیت ہی بڑھ گئے:۔

ہر روز قربانی کرنا ناممکن ہے

یہ ایک وقتی قربانی تھی۔ جو پورے اخلاص کے ساتھ کی گئی۔ لیکن اگر یہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ہوتی۔ یعنی جو کچھ بھی انہیں میسر آتا۔ وہ سارے کا سارا ہر روز رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور لاکر رکھ دیتے۔ تو یہ ابوبکرؓ جیسے انسان کے لئے بھی ناممکن اور ناقابل برداشت ہوتی۔ اور وہ اپنے نفس کے حقوق۔ اپنے بیوی بچوں کے حقوق۔ ہمسائیوں کے حقوق۔ قریبیوں کے حقوق ادا نہ کرسکتے۔ جن کا ادا کرنا بھی انسان پر فرض ہے۔ پس ہمیشہ ہمیش کے لئے ایسا نہیں ہوسکتا۔ البتہ وقفہ وقفہ کے بعد ہو سکتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے ایسا کرنا شرعاً بھی ناجائز تھا کیونکہ مال پر ان کی اپنی زندگی کا بھی مدار تھا۔ ان کی بیوی بچوں کی زندگی کا بھی مدار تھا۔ انہوں نے کھانا کھانا تھا۔ کپڑے پہننے تھے۔ مکان کا انتظام کرنا تھا۔ رہائش کا بندوبست کرنا تھا۔ اور دوسری ضروریات پوری کرنی تھیں۔ پس اگر وہ ہمیشہ کیلئے ہی اس طریق کو اختیار کر لیتے۔ کہ ہر روز سب کچھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاکر دے دیتے۔ تو یہ نبھ نہ سکتا۔ اور ان کے لئے ایسی مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ جو ناقابل برداشت ہوتیں:۔

اسی طرح ایک انسان یہ تو برداشت کرے گا۔ کہ مال تو مال جان تک بھی ایک دوست کی خاطر دیدے۔ مثلاً وہ اگر یہ دیکھے۔ کہ اس کا دوست ڈوب رہا ہے۔ تو اس کو بچانے کیلئے خواہ وہ تیرنا نہ بھی جانتا ہو۔ کود پڑے گا۔ اور یہ بھی وہ خیال نہیں کرے گا۔ کہ مجھے تیرنا نہیں آتا۔ کیونکہ ایک دوست کی خاطر جان دے دینا وہ گوارا کرے گا۔ لیکن یہ نہیں گوارا کرسکیگا۔ کہ سسک سسک کر جان دے۔ اور متواتر صدمات سہنے کے لئے اپنی جان پیش کر دے۔ پس یہ تو برداشت ہو سکتا ہے۔ کہ اپنی زندگی کو ایسی تکلیف میں ڈالدے۔ جو وقتی ہو۔ لیکن ہمیشہ کے لئے کوئی تنگی میں پڑنا گوارا نہیں کر سکتا۔ ایک دوست ایک دوست کی خاطر ایک گھنٹہ میں تو جان تک دیدیگا۔ لیکن ساری عمر کے لئے اپنی زندگی اس کی خاطر ایسی بنالے۔ کہ ہر وقت اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالے رکھے۔ یہ ناممکن ہے۔ مثلاً ایک شخص کی کسی سے محبت ہو۔ اور وہ اس سے جان طلب کرے۔ تو وہ دیدیگا لیکن اگر وہ یہ کرے۔ کہ ایک نشتر کے ساتھ اس کے جسم کو چھیلنا شروع کر دے۔ یا اس کے بدن سے تھوڑا تھوڑا گوشت کاٹنا شروع کر دے۔ تو اس کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں پائے گا۔ اسی طرح ایک شخص اپنے کسی دوست یا عزیز کیواسطے کوٹھے سے گر کر جان دے دینا پسند کرے گا۔ کوئیں میں کود کر جان دے دینا گوارا کر سکیگا۔ آگ میں جل کر جان دینے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ لیکن سوئیوں سے چھیدا جا کر جان دینا اس کی برداشت سے باہر ہوگا۔ اور اس کے لئے اپنے آپ کو وہ ہرگز تیار نہ پائے گا۔ کیونکہ وقتی طور پر جان دینا ممکن ہے۔ لیکن زندہ

ہمیشہ کے لئے تکلیف میں پڑے رہنا بہت مشکل بلکہ بعض حالتوں میں ناممکن العمل بات ہے ؛

مہر کیا ہے

اب دیکھو مہر کیا چیز ہے - مہر عورت کی آئندہ زندگی کے ایسے اخراجات کے پورا کرنے کے لئے ہے - کہ جن میں سے بعض کا ذکر وہ اپنے خاوند سے بھی نہیں کر سکتی - یا جن اخراجات کی اسے آئندہ زندگی میں ضرورت پیش آتی ہے - اور شادی کے وقت وہ ان کو جانتی بھی نہیں - پھر عورتوں کی بعض ایسی ضرورتیں ہوتی ہیں - کہ وہ خاوندوں کو کہہ نہیں سکتی ہیں - لیکن بعض حالات کے ماتحت خاوند ان کو پورا نہیں کر سکتے - اس لئے ان کے پاس اپنا کچھ مال ہونا چاہیئے - مثلاً ایک عورت اگر اس کے پاس مال ہو - تو وہ اپنے غریب رشتہ داروں یا غریب والدین کی مدد کر سکتی ہے - غریب اقربا کو مدد دے سکتی ہے - مگر یہ اس کی غیرت کے خلاف ہے - کہ خاوند سے کہے - میرے ماں باپ قابل امداد ہیں - ان کی مدد کرو - یا میرے رشتہ داروں کو کچھ دو - اس بارے میں عورت بڑی غیرت رکھتی ہے - اور وہ فطرتاً اس بات کو پسند نہیں کرتی - کہ اپنے والدین کو خاوند کے سامنے حاجتمند قرار دے - غرض کئی صورتیں ہیں - جن کے لئے عورت کا اپنا مال بھی ہونا چاہیئے - اسی لئے شریعت نے مہر رکھا ہے - تا اگر ضرورت پڑے - تو اس سے وہ اپنے ان کاموں میں خرچ کر سکے - جن کے لئے وہ اپنے خاوند سے نہیں کہہ سکتی - اور ان قابل مدد رشتہ داروں کی مدد کر سکے - جن کے لئے وہ اپنے خاوند سے کہنا مناسب نہیں خیال کرتی - پس مہر وہ مال ہے - جو عورت کی ساری عمر میں کام آنے کے لئے ہے ؛

نیت پر اثر

دوسری بات جس کا مد نظر رکھنا ضروری ہے نیت ہے - اگر یہ بات رائج ہو جائے - کہ لڑکی کا مہر والدین لے لیا کریں - تو اس بات کا بہت بڑا خطرہ ہے - کہ بہت سے والدین کی نیت اس کی شادی میں صاف اور بے لوث نہیں رہیگی - ماں باپ عورت کے لئے آخری پناہ گاہ ہوتے ہیں - جب اسے تکلیف پہنچتی ہے - وہ جھٹ ماں باپ سے اس کا ذکر کرتی ہے - اور اسے خیال ہوتا ہے - کہ اگر اور کہیں میری بات نہیں سنی گئی - تو اس جگہ ضرور سنی جائے گی - اس لئے ضروری ہے - کہ لڑکی کے معاملات میں ماں باپ کی کوئی نفسانی غرض شامل نہ ہو - تا ان کی ہمدردی اس سے متاثر نہ ہو - اور مصیبت کے وقت لڑکی کے لئے وہ جائے پناہ بن سکیں

نکاح کے وقت ماں باپ کے مہر لینے سے نقصان

اسکے لئے ضروری ہے - کہ ماں باپ کی نیت نکاح کے وقت بالکل صاف ہو - لیکن اگر یہ بات جائز رکھ دی جائے - کہ وہ مہر کی رقم لے لیا کریں - یا اپنے لئے کچھ رکھ لیں - تو قطع نظر اس سے کہ اخلاق کیا کہتا ہے - قطع نظر اس سے کہ شریعت کا کیا حکم ہے - قطع نظر اس سے کہ تمدن پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے - اس کا ایک خطرناک نتیجہ یہ ہوگا - کہ ان کے مد نظر لڑکی کو کسی مناسب جگہ بیاہنا نہیں ہوگا - بلکہ یہ ہوگا - کہ کہاں سے انہیں زیادہ رقم مل سکتی ہے - یعنی اگر ان کے لئے یہ اجازت ہو - کہ وہ مہر کا روپیہ لے سکیں - تو وہ حتی الوسع یہ کوشش کرینگے - کہ کسی ایسی جگہ لڑکی بیاہیں جہاں سے انہیں زیادہ روپیہ ملنے کی امید ہو - اور یہ نہیں دیکھیں گے - کہ لڑکی کے لئے وہ جگہ موزون بھی ہے - یا نہیں - وہ طمع کے نیچے آ کر کسی مناسب جگہ کے بدلے غیر مناسب جگہ بیاہ دینے کی کوشش کریں گے - مثلاً کسی ایسے امیر سے بیاہ دینگے - جو بعض وجوہ کی بنا پر لڑکی کو اچھی طرح نہ رکھے - جہاں اس کے لئے بجائے سکھ کے دکھ اور بجائے راحت کے تکلیف ہو - اور وہ ساری عمر مصیبت میں پڑی رہے - ماں باپ کی خاطر لڑکی ایک وقت تو کنوئیں میں بھی کود سکتی ہے - لیکن ہمیشہ کی مصیبت اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے - اور جو لڑکی والدین کی نفسانی اغراض کا شکار ہو کر کسی ایسی جگہ بیاہی جائے - جو اس کے مناسب حال نہ ہو - وہ ہمیشہ تکلیف میں رہے گی - نامناسبت کی وجہ سے جب اس کے محبت کے تقاضے جذبات کے تقاضے احساسات کے تقاضے - ضروریات کے تقاضے آرام و آسائش کے تقاضے پورے نہ ہونگے - تو اپنی زندگی کو موت سے بدتر خیال کرے گی - اس وجہ سے کوئی لڑکی اس قسم کی تکلیفوں کو تمام عمر برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوسکتی حالانکہ اگر ایک وقت اسے ماں باپ کے لئے جان بھی دینی پڑے - تو وہ دے دیگی ؛

نفسانی غرض کے ماتحت شادیوں کا نتیجہ

لڑکی فطرتاً خواہش مند ہوتی ہے - کہ نکاح کے بعد خاوند کے ہاں جا کر آرام و آسائش کی زندگی بسر کرے - خوشی اور مسرت سے دن کاٹے - لیکن جب لڑکیوں کی شادیاں بعض اغراض کے ماتحت نامناسب جگہ کر دی جاتی ہیں - وہ ہمیشہ کڑھتی اور غم و غصہ کا اظہار کرتی رہتی ہیں - جس سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے - کہ وہ اس شادی سے مطمئن نہیں - اور انہیں اس سے بجائے آسائش کے رنج پہنچ رہا ہے - میرے پاس چونکہ اس قسم کی شکایتیں آتی رہتی ہیں - اس لئے مجھے اس بارے میں کافی علم ہے - انہیں جب سمجھایا جائے - گذارہ کرنے کی نصیحت کیجائے تو کہتی ہیں - ہم کیا کریں - اس مصیبت کی زندگی کی وجہ سے ہمارے اندر سے غم و غصہ کی آگ نکل رہی ہے - ہمارے ماں باپ اندھے تھے - کہ انہوں نے ہمیں ایسی جگہ دھکیل دیا جہاں ہمارے لئے سوائے رنج اور مصیبت کے اور کچھ نہیں ؛

لڑکیوں کی ماں باپ سے محبت

اس کا یہ مطلب نہیں - کہ ان لڑکیوں کو ماں باپ سے محبت نہیں ہوتی - یا وہ ماں باپ کی خدمت اور ان سے سلوک نہیں کرنا چاہتیں - بلکہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ کی مصیبت میں سمجھ کر اور اسے ناقابل برداشت پا کر اس طرح کہتی ہیں - ورنہ وہی ماں باپ جن کے متعلق ایک لڑکی یہ کہہ رہی ہوتی ہے - اگر دریا میں بہہ رہے ہوں - تو وہ لڑکی ان کو بچانے کے لئے بلا تامل پانی میں کود پڑے گی - اور یہ نہ دیکھے گی - کہ وہ انہیں بچا بھی سکتی ہے یا نہ - اس جوش محبت میں جو اسے والدین سے ہوگا اسے یہ بھی محسوس نہ ہوگا - کہ خود اس کی اپنی جان بھی تو اس کوشش میں خطرہ میں نہیں پڑ جائے گی ؛

لڑکیوں کا نیلام

پس اگر اس بات کی اجازت دی جائے - کہ ماں باپ مہر کا روپیہ لے لیں - تو ہزارہا ایسی لڑکیاں ہونگی - جو ایسی نامناسب جگہ بیاہی جائیں گی - جہاں سے ان کے والدین کو تو روپیہ مل جائے گا - لیکن وہ دکھ کی زندگی بسر کریں گی - اب بھی بہت سی ایسی مثالیں مل سکتی ہیں - جو اسی قسم کی اندھا دھند شادیوں کے متعلق ہیں - اور جو لڑکی کو بیاہنے کے نہیں بلکہ بیچنے کے مترادف ہیں - بہت لوگ روپے کا لالچ کرتے ہیں - اور جہاں سے ان کو زیادہ روپیہ ملتا ہے - وہاں وہ بغیر دیکھے بھالے لڑکی کا بیاہ کر دیتے ہیں - میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے ماں باپ دیکھے ہیں - جو اپنی لڑکیوں کو گویا نیلام کرتے ہیں - اور کہتے ہیں - جو سب سے زیادہ روپیہ دے - وہی لے جائے - ایسے ماں باپ صرف روپیہ کو دیکھتے ہیں جس سے زیادہ روپیہ لے - اس کے ساتھ اپنی لڑکی کو بیاہ دیتے ہیں - خواہ ان میں کسی قسم کا جوڑ اور مناسبت ہو یا نہ ہو - اور بعض ماں باپ تو اس قدر ظلم کرتے ہیں - کہ عمر کا لحاظ بھی نہیں کرتے - چنانچہ ہندوؤں میں یہ عام رواج ہے - کہ خواہ اسی برس کا بڈھا ہو - اس کی شادی پانچ چھ سال کی لڑکی سے کر دیتے ہیں - لیکن شادی نہیں - بلکہ بردہ فروشی کی بہن ہے - اور بردہ فروشی کی شریعت اجازت نہیں دیتی - کیونکہ آزادی ہر انسان کا حق ہے - اور یہ حق چھیننے کا کسی کو اختیار نہیں -

انسانی آزادی فروخت نہیں کی جا سکتی

ممکن ہے - کوئی کہے - اولاد ماں باپ کی چیز ہوتی ہے - اس لئے ان کا حق ہوتا ہے - کہ ان سے فائدہ اٹھائیں - مگر یہ بھی جائز نہیں - اور میرا تو یہ عقیدہ ہے - کہ انسان اپنے آپ کو بھی نہیں بیچ سکتا - اور میرے نزدیک یہ ناجائز ہے - کہ کوئی شخص اپنے آپ کو بیچ دے -

بچ جائے کہ کوئی اور اس کی آزادی کو بیچے۔ خواہ وہ ماں باپ ہی ہوں۔ انہیں بھی اپنے بچوں کی حریت اور آزادی کے بیچنے کا حق نہیں۔ لیکن ایسے ماں باپ ہیں۔ جو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ہمارے گھر میں ہی قریب کے ایک گاؤں کی ایک عورت آیا کرتی تھی۔ جو زمیندار تھی۔ وہ خوشی سے سنایا کرتی تھی۔ کہ ہم نے اتنے روپے پر فلاں لڑکی کو بیاہ دیا ہے۔ اور اتنے روپے پر فلاں کو۔ اور اس طرح قرض اتار دیا ہے۔ ان لڑکیوں کو اتنی دور دور بیاہ دیا۔ کہ پھر وہ آبھی نہ سکیں۔ ان حالات میں اگر اس بات کی اجازت دیدیں۔ کہ ماں باپ لڑکیوں کا مہر لے لیا کریں۔ تو یہ ایک بہت بڑا ظلم اور احکام الٰہی کی منشاء کے بالکل خلاف ہوگا۔ اور لڑکیوں کو مصیبت اور تکلیف میں ڈالنے کی کھلی اجازت ہوگی ٭

نیک نیتی سے شادی کرنے کا انجام

اس میں شک نہیں۔ کہ بعض دفعہ نہایت سوچ سمجھ کر ماں باپ لڑکی کی شادی کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ شادی لڑکی کے لئے آرام کا باعث نہیں ہوتی۔ لیکن یہ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ اس میں ان کی بدنیتی نہیں ہوتی۔ اور اس صورت میں لڑکی ماں باپ کو کوستی بھی نہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتی ہے۔ کہ میرے ماں باپ نے تو دیکھ بھال کر میرا بیاہ کیا تھا۔ آگے میری قسمت۔ کہ مجھے اچھا بر نہ ملا۔ اس پر وہ صبر اور شکر کے ساتھ زندگی گذارنے کی کوشش کرتی ہے ٭

مہر عورت کی ضروریات زندگی کے لئے ہے

غرض مہر چونکہ عورت کی ساری عمر کے اخراجات کے لئے ہوتا ہے۔ اور ان ضرورتوں کیلئے ہوتا ہے۔ جو اسے آئندہ زندگی میں پیش آتی ہیں۔ اس لئے اس کا نکاح کے موقعہ پر اسے اس لئے دے دینا کہ وہ اپنے ماں باپ کو دیدے۔ یا کسی اور ایسے مصرف میں لے آئے۔ جو اتنا ضروری نہیں درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسے اس وقت اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ مال کی حقیقت کیا ہے۔ اور اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ بیاہتا زندگی کی کیا ضرورتیں ہیں۔ وہ اس وقت سمجھتی ہے۔ خاوند کے گھر جا کر جو چاہونگی لے لونگی۔ لیکن اسے نہیں معلوم کہ جو کچھ وہ اسوقت سمجھ رہی ہے۔ وہ درست نہیں بلکہ اس کے پاس کچھ اپنا مال ہونا بھی ضروری ہے۔ جسے وہ اپنے طور پر خرچ کر سکے۔ جیسے مثلاً ماں باپ کی مدد ہے۔ یا بھائیوں کی مدد ہے۔ یا اور رشتہ داروں کی مدد ہے ٭

ان باتوں کے ماسوا مہر کا روپیہ اس کے اپنے اور اس کے بال بچوں کے بھی کام آسکتا ہے۔ خاوند کی زندگی میں بھی وہ اسے خرچ کر سکتی ہے۔ لیکن خاوند جب مر جائے۔ تو پھر وہ اس سے اپنا گذارہ کر سکتی ہے۔ اور یہی روپیہ اس کی اور اس کے بچوں کی پرورش کا باعث ہو سکتا ہے۔ لیکن ان حالات سے وہ ابتدا میں ناواقف ہوتی ہے۔ اور اگر ایسے وقت میں اس کے والدین اس کے مہر کا روپیہ لے لیں۔ تو وہ موقعہ پڑنے پر بالکل تہیدست ہوگی۔ اور مشکلات میں پڑ جائے گی۔ پس یہ جائز نہیں۔ کہ مہر پہلے ہی ماں باپ لے لیں۔ ہاں عورت انہیں قابل امداد سمجھ کر اس میں سے اس وقت دے سکتی ہے۔ جب وہ شادی کے بعد اپنی ضرورتوں اور حاجتوں سے واقف ہو جائے۔ یوں تو عورت اپنے خاوند کو بھی مہر کا روپیہ دے سکتی ہے۔ لیکن یہ نہیں۔ کہ خاوند مہر ادا کئے بغیر ہی بیٹے کا اقرار کرا لے۔ اس طرح عورت سمجھتی ہے۔ مہر پہلے کونسا مجھے ملا ہوا ہے۔ صرف زبانی بات ہے۔ اس کا معاف نہ کرنا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ اس لئے کہدیتی ہے۔ میں نے معاف کیا ورنہ اگر اسے دیدیا جائے۔ اور وہ اس کے مصارف جانتی ہو۔ تو پھر معاف کرا لینا اتنا آسان نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ کبار اور بزرگوں کا فیصلہ تو یہ ہے۔ کہ کم از کم سال کے بعد عورت اپنا مہر اپنے خاوند کو دے سکتی ہے۔ یعنی مہر وصول کرنے کے بعد ایک سال تک وہ اسے اپنے پاس رکھے۔ اور پھر اگر چاہے تو خاوند کو دیدے ٭

مہر ضرور ادا کرنا چاہیئے

حکیم فضل دین صاحب جو ہمارے سلسلہ میں سابقون الاولون میں سے ہوئے ہیں۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مہر شرعی حکم ہے۔ اور ضرور عورتوں کو دینا چاہیئے۔ اس پر حکیم صاحب نے کہا۔ میری بیبیوں نے مجھے معاف کر دیا ہوا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کیا آپ نے ان کے ہاتھ میں رکھ کر معاف کرایا تھا۔ کہنے لگے نہیں۔ حضور یونہی کہا تھا۔ اور انہوں نے معاف کر دیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ پہلے آپ ان کی جھولی میں ڈالیں۔ پھر ان سے معاف کرائیں (یہ بھی ادنےٰ درجہ ہے۔ اصل بات یہی ہے۔ کہ مال عورت کے پاس کم از کم ایک سال رہنا چاہیئے۔ اور پھر اس عرصہ کے بعد اگر وہ معاف کرے تو درست ہے) ان کی بیویوں کا مہر پانچ پانچ سو روپیہ تھا۔ حکیم صاحب نے کہیں سے قرض لے کر پانچ پانچ سو روپیہ ان کو دے دیا۔ اور کہنے لگے۔ تمہیں یاد ہے۔ تم نے اپنا مہر مجھے معاف کیا ہوا ہے۔ سو اب مجھے یہ واپس دیدو۔ اس پر انہوں نے کہا۔ اس وقت ہمیں کیا معلوم تھا۔ کہ آپ نے دے دینا ہے۔ اس وجہ سے کہدیا تھا کہ معاف کیا۔ اب ہم نہیں دینگی۔ حکیم صاحب نے اگر یہ واقعہ حضرت صاحب کو سنایا۔ کہ میں نے اس خیال سے کہ روپیہ مجھے واپس مل جائے گا۔ ایک ہزار روپیہ قرض لے کر مہر دیا تھا۔ مگر روپیہ لے کر انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا حضرت صاحب یہ سن کر بہت ہنسے۔ اور فرمانے لگے۔ درست بات یہی ہے۔ کہ پہلے عورت کو مہر ادا کیا جائے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد اگر وہ معاف کرنا چاہے۔ تو کر دے۔ ورنہ دیئے بغیر معاف کرانے کی صورت میں تو "مفت کرم داشتن" والی بات ہوتی ہے۔ عورت سمجھتی ہے۔ نہ انہوں نے مہر دیا۔ اور نہ دینگے۔ چلو یہ کہنے جو ہیں معاف ہی کر دو۔ مفت کا احسان ہی ہے نا۔ تو جب عورت کو مہر مل جائے۔ پھر اگر وہ خوشی سے دے تو درست ہے۔ ورنہ دس لاکھ روپیہ بھی اگر اس کا مہر ہو۔ مگر اس کو ملا نہیں۔ تو وہ دیدیگی کیونکہ وہ جانتی ہے۔ کہ میں نے جیب سے نکال کے تو کچھ دینا نہیں صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ پس عورتوں سے معاف کرانے سے پہلے ان کو مہر دیا جانا ضروری ہے۔ اور اگر یہ مہر ایسے وقت میں دیا جاتا ہے۔ جب ان کو اپنی ضروریات کی خبر نہیں۔ یا جب کہ والدین ان سے لینا چاہتے ہیں۔ تو یہ ناجائز ہے۔ اور بردہ فروشی ہے۔ جو کسی طرح درست نہیں ہو سکتی ٭

دھوکہ دہی جائز نہیں

اگر بردہ فروشی کی صورت نہ بھی ہو۔ تو بھی ناجائز ہے۔ کہ ایسا فعل کیا جائے۔ جس سے عورت کو نقصان پہنچے۔ ایسا سودا دھوکہ ہے ناجائز ہے۔ ایک بچہ اگر اپنا مکان بیچ دیوے۔ تو کیا یہ سودا درست ہوگا۔ یقیناً نہیں۔ کیونکہ اس کو ابھی اپنے نفع و نقصان کا علم نہیں۔ اس لئے اس حالت میں اگر وہ ایسا کام کرے گا۔ تو درست نہیں تصور کیا جائے گا۔ اسی طرح عورت کا مہر اگر اس کی ناسمجھی کی حالت میں جبکہ اس کو آئندہ پیش آنے والے اخراجات کا علم نہیں۔ مطلع لیا جا سکتا تو یہ ٹھیک نہیں ٭

عورت کس وقت مہر دے سکتی ہے

ہاں اگر عورت کو مہر مل جائے۔ اور اس پر چار پانچ سال ہو گئے ہوں۔ یا کم از کم ایک سال تک اس کے پاس روپیہ رہ چکا ہو۔ تو پھر اگر وہ اسے اپنے خاوند کو یا ماں باپ کو دیدے۔ تو میں کہوں گا۔ درست ہے اور پسندیدہ اگر کسی عورت کا مہر ایک ہزار ہو۔ اور اسے خاوند ایک لاکھ اپنی طرف سے دیدے۔ تو میں کہتا ہوں۔ وہ عورت اگر گھر بار کی ضروریات اور حالات سے واقف ہونے کے بعد ایک لاکھ ایک ہزار روپیہ بھی ماں باپ کو دیدے۔ تو میں کہوں گا۔ اس نے بہت اچھا کیا۔ لیکن اگر ماں باپ شادی کے وقت ہی لیتے ہیں۔ تو بردہ فروشی ہے جو گناہ ہے۔ لیکن جو عورت شادی کے بعد ماں باپ کی مدد کریگی۔ اور اپنی ضروریات کو سمجھتے ہوئے مہر کی رقم ہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ماں باپ کو دیگی۔ وہ خدا تعالےٰ کی مقبول ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی مقبول ہوگی۔ اور وہ ماں باپ کی خدمت کا نیک نمونہ پیش کریگی۔ پس اسلام کی یہ تعلیم ہے۔ اس کے خلاف کرنے والا۔۔!

اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب چوہدری محمد لطیف صاحب سب جج جھنگ

دسندا رام ولد ہردیال ذات مدان سکنہ کوٹ رستم تحصیل شورکوٹ۔ بنام الہ یار ؀

دعوے ۵۰۰

اشتہار بنام الہ یار ولد محمد ذات سیال سکنہ میلہ سریانہ تحصیل شورکوٹ ؀

درخواست مدعی پر عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے۔ کہ مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہا ہے۔ اس واسطے اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ مورخہ ۸/۵/۲۵ ۱۹ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کرے۔ ورنہ کارروائی یکطرفہ کیجاویگی

تحریر ۱۱/۷/۲۵ ؀

مہر عدالت — دستخط حاکم

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ محمد حسین صاحب سب جج درجہ چہارم راولپنڈی

فرم ہرچند ولد مسرداس بذریعہ سیٹھ چھجو رام مالک فرم مذکور حکم چند مختار عام۔ مدعی ؀

بنام

منشی احمد دین غلام حسین پسران نامعلوم خوجہ دوکاندار مقام ٹرپٹی۔ مدویزہ تحصیل و ضلع جہلم۔ مدعا علیہ

دعویٰ ۹۰۰

ہرگاہ مدعا علیہم مقدمہ ہذا حاضری عدالت ہذا سے عمداً گریز کر رہے ہیں۔ اور تعمیل سمن اپنے اوپر نہیں ہونے دیتے ہیں۔ اب تاریخ پیشی ۱۷/۸/۲۵ مقرر ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی مشتہری کی جاتی ہے۔ کہ اگر مدعا علیہم مذکور مورخہ ۱۷/۸/۲۵ کو برائے جوابدہی مقدمہ اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا نہ ہونگے۔ تو ان کے خلاف کارروائی کی جاویگی ؀ آج بتاریخ ۹ جولائی بہ ثبت مہر عدالت و دستخط ہمارے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم

واضح ہو کہ اشتہارات کی صحت کے ذمہ دار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل (ایڈیٹر) منشی عبدالرحمٰن صاحب کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا